خسرو کی غزلیات میں وقوع گوئی

پروفیسر شریف حسین قاسمی

علامہ شبلی نعمانی نے طوطئ ہند حضرت امیر خسرو دہلوی کی ہمہ گیر شخصیت اور فارسی ادب کی تاریخ میں ان کے منفرد مقام کے بارے میں بجا طور پر بڑے فخر و ناز سے لکھا تھا کہ!

"ہندوستان میں چھ سو سال سے آج تک اس درجے کا جامع کمالات پیدا نہیں ہوا، اور سچ پوچھو تو اس قدر مختلف اور گوناگوں اوصاف کے جامع ایران اور روم کی خاک نے بھی ہزاروں برس کی مدت میں دو ہی چار پیدا کیے ہونگے صرف ایک شاعری کو لو، ان کی جامعیت پر حیرت ہوتی ہے۔ فردوسی، سعدی انوری، حافظ، عرفی، نظیری بے شبہ اقلیم سخن کے جم و کے ہیں، لیکن ان کے حدودِ حکومت ایک اقلیم سے آگے نہیں بڑھتے۔ فردوسی مثنوی سے آگے نہیں بڑھ سکتا، سعدی قصیدے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، انوری مثنوی اور غزل کو چھو نہیں سکتا، حافظ، عرفی، نظیری غزل کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے، لیکن خسرو کی جہانگیری میں غزل، مثنوی، قصیدہ، رباعی سب کچھ داخل ہے اور چھوٹے چھوٹے خطۂ ہای سخن یعنی تضمین، مستزاد اور صنایع بدایع کا تو شمار نہیں۔ تعداد کے لحاظ سے دیکھو تو اس خصوصیت میں کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔"

حقیقت یہ ہے کہ خسرو نے اپنی خداداد صلاحیت اور استعداد کی بنیاد پر فارسی زبان و ادب کے میدان میں بعض ایسے کارہای نمایاں انجام دیے ہیں کہ وہ خود ان کے موجد بھی

ہیں اور خاتم بھی۔ خسرو کی اس امتیازی شان کے مظاہر ان کی معرکۃ الآرا تصنیف اعجاز خسروی میں ہر ہر لمحہ ایک صاحب نظر قاری کو جو نکلتے رہتے ہیں اور وہ فارسی زبان وادب پر خسرو کی ماہرانہ گرفت اور اس میں ان کی موجدانہ ذکاوت کی داد دیے بغیر نہیں رہ پاتا۔

بہر حال خسرو کو اگر بنیادی طور پر غزل کا شاعر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ بات بھی بڑی حد تک صحیح نظر آتی ہے کہ انہوں نے غزل کے علاوہ جو کچھ لکھا اس کا بیشتر حصہ دنیاداری کے لئے تھا۔ ناقدین فن نے خسرو کی فارسی غزلیات کی متعدد خوبیاں بیان کی ہیں۔ فی الحال ان سب سے بحث کرنا مقصد نہیں۔ غرض یہ ہے کہ خسرو کی غزلیات کی ایک خصوصیت کا نسبتاً تفصیل سے ذکر کیا جائے اور وہ خصوصیت ہے وقوع گوئی یا معاملہ بندی۔

جیسا کہ حاضرین کرام واقف ہیں، عشق و ہوس بازی میں جو حالات پیش آتے ہیں لفظی اور معنوی صنایع سے اجتناب کے ساتھ ان کے ادا کرنے کو واقعہ گوئی یا وقوع گوئی کہتے ہیں اہل لکھنؤ نے اس کا نام معاملہ بندی رکھا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے فارسی شعراء کے اپنے ایک تذکرے خزانۂ عامرہ میں یہ اطلاع دی ہے کہ: مخفی نماند کہ ھنگامہ آرای سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مروج طرز غزل است، خال خال وقوع گوئی ہم دارد۔ مثل این بیت:

دل وجانم بہ تو مشغول و نظر در چپ وراست   تانگویند رقیبان کہ تو منظور منی

میر غلام علی آزاد فارسی کے شاعر اور فارسی ادب کے ایک صاحب نظر نقاد ہیں فارسی شعراء کے ان تذکرے فارسی ادب، خاص طور پر فارسی شاعری پر ان کی گہری نظر کا ثبوت ہیں۔ آزاد وقوع گوئی کے ضمن میں مزید یہ اطلاع دیتے ہیں کہ:

اما ناسخ نقوش مانوی امیر خسرو دھلوی کہ معاصر شیخ سعدی است، بانی وقوع گوئی گردید و اساس آن را بلند ساخت۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے بقول شیخ سعدی فارسی غزل کے مروج ہیں۔ انکی غزلیات میں گاہے گاہے ایسے اشعار بھی نظر آتے ہیں جن پر وقوع گوئی کا اطلاق ہو سکتا ہے، لیکن خسرو درحقیقت معاملہ بندی کے موجد ہیں۔ خسرو کی غزلیات میں، بقول آزاد ایسے اشعار

کثرت سے ملتے ہیں جنہیں واقعہ گوئی کے بہترین نمونے کہا جاسکتا ہے، سعدی کے ہاں ایسے اشعار کا ندرت سے ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نوعیت کے اشعار ان کے کلام میں لاشعوری طور پر آئے ہیں۔ انہوں نے قصداً اس قسم کے خیالات نظم نہیں کئے۔ اس کے برخلاف امیر خسرو دہلوی کی غزلیات میں اس نوعیت کے اشعار کی کثرت اس امر کا ثبوت ہے کہ خسرو نے عمداً، قصداً اور شعوری طور پر اس نوعیت کے خیالات کو نہ صرف نظم کیا بلکہ ان کی ترویج واشاعت میں بھی اہم رول ادا کیا ہے۔ اور اس کی بنیاد بھی انہوں نے ہی ڈالی ہے۔

طوطیٔ ہند حضرت امیر خسرو دہلوی کی غزلیات کے اس خصوصی پہلو کا ذکر اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک ہم محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایک فرمان عالی کی طرف اشارہ نہ کریں۔ محبوب الٰہی اور امیر خسرو کے درمیان غیر معمولی تعلق خاطر کا کسے علم نہیں۔ محبوب الٰہی نے امیر خسرو کی تعریف و توصیف میں یہ اشعار نظم فرمائے تھے:

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست ملکیت ملک سخن، آن خسرو راست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدای ناصر خسرو ماست

اور خواجہ صاحب کی بارگاہ مقدس ہی سے خسرو کو ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ محبوب الٰہی خسرو کا کلام اکثر خود ان کی زبانی بھی سنتے تھے، اور پسند فرماتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ خسرو کو یہ حکم دیا تھا کہ:

طرز صفاہانیان بگو، یعنی عشق انگیز و زلف و خال آمیز۔ ۔ ۔ ۔

صفاہانیان کے طرز پر شعر کہو جس میں عشق کی باتیں ہوں اور محبوب کی زلف و خال کے تذکرے۔ خسرو اس حکم سے منہ نہیں موڑ سکتے تھے۔ امیر خورد کے بقول خسرو۔ ۔ ۔ در زلف و خال بتان پیچیدہ، آں صفات دلاویز را بہ نہایت رسانید۔ محبوب الٰہی نے یہ تجویز کیوں پیش کی اس کی وضاحت کا یہ وقت نہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فرمان عالی کا مقصد غالباً یہ تھا کہ خسرو اپنے کلام خصوصاً غزلیات میں عشق مجازی کے حقیقی واقعات بیان کریں۔ یہی فنی طور پر وقوع گوئی یا معاملہ بندی کہلاتا ہے۔ اس امر کا تعین بھی مشکل ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کی اس تجویز سے پہلے آیا امیر خسرو اس نوعیت کی شاعری کرتے تھے یا نہیں، لیکن یہ باسانی کہا

جا سکتا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کے اس حکم کے بعد خسرو نے وقوع گوئی پر زیادہ توجہ دی ہوگی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس قسم کے خیالات ان کے کلام میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔

خسرو دہلوی کے بعد یعنی آٹھویں صدی ہجری کے اوائل سے دسویں صدی ہجری کے اوائل تک ہمیں مشکل ہی سے کوئی فارسی کا شاعر ایسا نظر آتا ہے، جس نے وقوع گوئی کو باقاعدہ اپنا اسلوب شاعری قرار دیا ہو۔ فارسی شاعری کے مورخین کے بقول: دسویں صدی ہجری کے پہلے دھے میں فارسی شاعری میں ایک جدید طرز جنم لیتا ہے جسے وقوع گوئی کہا گیا ہے۔ اس جدید اسلوب کا اثر تھا کہ فارسی غزل نویں صدی ہجری کی خشک اور بے روح کیفیت سے آزاد ہوتی ہے اور اسے ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ دسویں صدی کے اواخر تک یہ وقوع گوئی اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ یہ اسلوب شاعری کم وبیش گیارہویں صدی تک جاری وساری رہا۔

کلاسیکی فارسی شاعری کے تین اہم اور بنیادی اسالیب مقرر کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا خراسانی اسلوب، دوسرا عراقی اور تیسرے کو ہندوستانی یا اصفہانی اسلوب کا نام دیا گیا ہے۔ مؤرخین نے وقوع گوئی کا زمانہ عراقی اور ہندوستانی اسالیب کے درمیان متعین کیا ہے۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ واقعہ گوئی پر اظہار خیال کرنے والے حتیٰ کہ ایرانی دانشوروں نے بھی میر غلام علی آزاد بلگرامی کی اس رائے سے اختلاف نہیں کیا ہے کہ خسرو ہی اس طرز جدید کے بانی ہیں۔

خسرو کا ایجاد کردہ یہ اسلوب فارسی دنیا میں اس قدر مقبول ہوا کہ بعض شعرا نے تو اس میں اپنے تخصص کے اظہار کے لئے اپنا تخلص ہی وقوعی اختیار کیا۔ جیسے وقوعی تبریزی اور وقوعی نیشاپوری وغیرہ شرف جہان قزوینی، لسانی شیرازی، وحشی یزدی، ولی دشت بیاضی، صالی مشہدی وغیرہ اس اسلوب کے نمائندہ شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

خسرو کے کلام کی اہمیت اور وقوع گوئی میں ان کے بلند مقام اور اس اسلوب کے موجد ہونے کا ذکر ایک بار ایران کے شاہ طہماسپ کے دربار میں ہو رہا تھا۔ شاہ طہماسپ نے یہ گفتگو سنی اور کہا کہ خود اس کے دربار سے بھی ایک شاعر کمال الدین حسین ضمیری وابستہ ہے جو خسرو کا پیروکار اور اس اسلوب کا ایک نمائندہ شاعر ہے۔ اس سلسلے میں خود شاہ طہماسپ

کے یہ الفاظ خسرو کی استادانہ حیثیت پر دلالت کرتے ہیں کہ:

مانیز خسرو نادرہ گوئی داریم

وقوع گوئی سے متعلق امیر خسرو کے چند اشعار آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

خوش آن زمان کہ بہ رویش نظر نہفتہ کنم — چو سوی من نگرد، از و نظر بگردانم

نہایت خوشی کا ہے وہ لمحہ کہ میں خاموشی سے اپنے محبوب کو دیکھوں اور اگر کہیں اتفاق سے وہ بھی اسی وقت میری طرف دیکھے تو میں اس سے نظریں چرالوں۔

غلام آن نفسم، کا مدم چو خانۂ او — بہ خشم گفت کہ از در کشید بیرونش

قربان جاؤں اس لمحے کے، جب میں اس کی دہلیز پر سراپا اشتیاق پہنچوں اور وہ غصے اور ناگواری کے عالم میں، مجھے دروازے سے باہر نکال دینے کا حکم صادر کرے۔

چو رفتم بر درش بسیار، دربان گفت کاین مسکین — گرفتار است شاید، کاین طرف بسیار می آید

میں کاشانۂ دوست کا باربار طواف کرتا ہوں۔ دربان مجھے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بیچارہ گرفتارِ عشق ہے اسی وجہ سے بار بار یہاں آتا ہے۔

میں آخر میں خسرو کی فارسی غزل کے بارے میں اپنے ایک استاذ مرحوم نورالحسن انصاری صاحب کی حقیقت پسندانہ رائے نقل کرتا ہوں۔

اگر امیر خسرو ساری زندگی صرف غزل کہتے، یہ بہت سارے قصیدے، ڈھیر سی مثنویاں، سیکڑوں قطعے اور بیسیوں ترجیع بند نہ لکھتے، اعجاز خسروی کے ٹیڑھے میڑھے خطوط انشار نہ کرتے۔ ہندی شاعری کے پھیر میں نہ پڑتے، درباروں کے چکر نہ کاٹتے، موسیقی کا کھٹ راگ نہ چھیڑتے، طرح طرح کی راگ راگنیاں ایجاد نہ کرتے، بلکہ دل وجان سے صرف لیلائے غزل کی زلفیں سنوارتے رہتے، تو شاید پورے فارسی ادب کی تاریخ میں ان سے بہتر کوئی اور غزل گو نہیں ہوتا۔

اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ اگر خسرو پورے ارتکاز کے ساتھ غزل اور صرف غزل کہتے، قدرت نے انکی روح کو جو گداز اور قلب کو جو سوز عطا کیا تھا اس سے صرف شمع غزل کی لو جلائے رکھتے، تو پھر فارسی غزل کو حافظ شیرازی کی مسیحا نفسی کا انتظار نہ کرنا پڑتا۔